سلسلہ مطبوعات ۲۳

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا

معیارِ ردّ وقبول

از قلم

رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

ناشر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

دفاعِ صحابہ کرامؓ و دفاعِ اہل سنت دیوبند
وقت کی اہم ترین ضرورت؟

- یوٹیوب کے اُردو بیانات
- نعت رسول ﷺ
- آن لائن دروس، نماز کے مسائل
- آن لائن پی ڈی ایف کتابیں
- صحابہ کرامؓ کے موضوعات پر بیانات
- نماز کے مسائل پر کتابیں
- قرآن کریم کی تلاوتیں
- صحابہ کرامؓ کے موضوعات پر کتابیں

DifaAhleSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

زیر نظر کتابچہ کا عنوان ہے " احادیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول " میں نے اس کتابچہ میں یہ دکھایا ہے کہ غیر مقلدین احادیث رسول ﷺ کے قبول کرنے کے بارے میں کسی ضابطۂ اخلاق کے پابند نہیں ہیں، نہ محدثین کے اصول کو وہ قابل اعتناء گردانتے ہیں، بلکہ اس بارے میں ان کا ایک خاص معیار ہے، وہ یہ ہے کہ جو حدیث ان کے مخصوص نظریہ اور مخصوص مذھب و فکر کے مطابق ہوگی وہ اسے ہر حال میں قبول کرلیں گے۔ خواہ اس کا ضعف کتنا ہی شدید ہو اور خواہ اس کے راویوں پر محدثین نے کتنا بھی سخت کلام کیا ہو، غیر مقلدوں کو اس کی پرواہ قطعاً نہ ہوگی۔ وہ بہزار کوشش اس حدیث کو لائق احتجاج ثابت کر کے ہی چھوڑیں گے۔

اور جو احادیث ان کے مخصوص خیالات اور ان کے مخصوص مذھب کے خلاف ہوگی، اس کا وہ برملا انکار کردیں گے، خواہ وہ صحت کے کتنے ہی اعلیٰ معیار پر نہ ہو اور اس صحیح حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے اپنی پہلوانی کا داؤں آزمائیں گے۔

غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اس بات کا غماز ہے کہ یہ فرقہ کتاب و سنت کا متبع نہیں ہے۔ بلکہ کتاب و سنت کو اپنی خواہشات اور اپنے خیالات اور رجحانات کا

بر خلاف ہے، ان حضرات نے اپنے بڑوں کی تقلید میں پہلے ایک خاص فکر کو اپنایا، پھر جو احادیث اس فکر سے ان کو متفق نظر آئیں تو اس کو بے دھڑک قبول کرلیا اگر ان احادیث کے ثبوت میں کوئی خامی بھی رہی، جب بھی ان کو دانتوں سے پکڑے رکھا۔ اور ان خامیوں اور علتوں کی ایسی ایسی تاویل کی کہ عقل وخرد کے ہوش اڑ گئے۔

اور وہ احادیث جو ان کے اس خاص فکر ومذہب کے خلاف تھیں تو ان کو رد کرنے میں، ان غیر مقلدین حضرات کو ذرا بھی تکلف نہیں ہوا۔ خواہ وہ صحت وقبول کے کسی معیار پر ہو۔

غیر مقلدین کا احادیث رسول کے بارے میں یہ طرز عمل اس بات کا غماز ہے کہ ان کا ترک تقلید کرنا، کتاب وسنت کی محبت میں نہیں ہے، بلکہ اس کے پیچھے اتباع نفس کا جذبہ کام کر رہا ہے۔

FREEDOM FOR GAZA

غیر مقلدین کس طرح ضعیف احادیث کو قبول کر لیتے ہیں اور صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں ان کو میں چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں۔

غیر مقلدین نے ان مسائل میں صحیح احادیث کو رد کر دیا ہے۔

(۱) تیمم کے بارے میں بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کیلئے ایک دفعہ زمین پر ہاتھ مارا جائے، اور دو دفعہ والی حدیث حضرت عمار سے صحیح سند سے مسند بزار میں مروی ہے اور حافظ ابن حجر درایہ میں فرماتے ہیں باسناد حسن یعنی اس کی سند حسن ہے، اب غیر مقلدین کو چاہئے تھا کہ اس حدیث کو خواہ اس کی سند صحیح ہو خواہ بقول حافظ ابن حجر اس کی سند حسن ہو بہر حال اس ناطے کہ وہ خود کو اہلحدیث کہتے ہیں اسے قبول کرلینا چاہئے تھا، مگر دیکھئے ان کے علامہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

ومقصود الحافظ ان اسناد عمار فی الضربتین حسن والحدیث ضعیف لما ذکر، فالمعلوم ان حسن الاسناد او صحته لا یستلزم حسن الحدیث او صحته .

ابکار المنن ص ۲۲۵

یعنی ابن حجر کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عمار والی حدیث کی سند حسن ہے، اور حدیث بوجہ مذکور ضعیف ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کے حسن اور صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

ناظرین کرام! ہم نے حافظ ابن حجر کے کلام میں غور و فکر کیا مگر حافظ کے کلام میں اس کا کہیں اشارہ نہیں ہے کہ حافظ ابن حجر اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، یا ان کا مقصود وہ ہے جو مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔ غیر مقلدین کی جماعت کا اتنا بڑا عالم بھی غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) اسی مسئلہ میں یعنی تیمم دو دفعہ ہاتھ مار کر کرنا چاہئے، حضرت جابر کی ایک حدیث ہے، حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، دار قطنی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام بیہقی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے، امام ذھبی نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے، غرض یہ تمام اجلہ محدثین حضرت جابر کی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔

لیکن مولانا مبارکپوری کو ان محدثین کا فیصلہ قبول نہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس حدیث کو ابوزبیر مکی نے عن سے روایت کیا ہے اور ابوزبیر مدلس ہیں، اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوتا، پس ابوزبیر کی یہ روایت بھی مقبول نہیں۔ (ابکار ص ۲۲۷) سبحان اللہ جو راز ان جلیل القدر محدثین پر نہیں کھلا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ اور ابوزبیر مکی کا عنعنہ

صحیح حدیث کورد کرنے کا حیلہ بن گیا، منکرین حدیث نے غیر مقلدین کی اس طرح کی باتوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

(۳) احناف کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے کلمات دوہرے کہے جائیں گے۔ علامہ نیموی نے اس بارے میں بھی حضرت عبداللہ بن زید انصاری کی حدیث بیان کی ہے اس حدیث کو صحیح سند سے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے، حافظ ابن حزم اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذا اسناد فی غاية الصحة**۔ یعنی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے، اور اس انتہائی درجہ کی صحیح سند والی حدیث کے بارے میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔

قلت لاشك ان رجاله رجال الصحيح لكن فی صحة اسناده نظر وان زعم ابن حزم انه فی غاية الصحة لان فيه الاعمش وهو مدلس، (ابکار ص ۲۹۲)

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، مگر اس حدیث کا صحیح ہونا تسلیم نہیں، اس لئے کہ اس کی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں۔

جی ہاں! امام اعمش مدلس ہیں اس لئے ان کی صحیح حدیث بھی صحیح نہیں ہے، تو پھر اس کا احساس امام بخاری اور امام مسلم کو کیوں نہیں ہوا آخر انھوں نے امام اعمش مدلس کی روایتوں سے اپنی کتابوں کو کیوں بھر رکھا ہے۔

افسوس محدثین نے تو اصول اس لئے بنائے تھے کہ ان سے احادیث رسول کی حفاظت ہوگی، مگر غیر مقلدین کے اکابر نے ان اصولوں کو صحیح احادیث کے رد کرنے کا ذریعہ بنالیا اور پھر بھی دعویٰ یہی ہے کہ ہم ہی ہیں پاسبان کتاب وسنت۔

(۴) قرأت خلف الامام کے بارے میں مشہور روایت ہے **من كان له امام فقراة الامام له قراة**۔ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے، اس کی صحت

میں کوئی شبہ نہیں، دنیائے سلفیت کے جلیل القدر محدث شیخ البانی فرماتے ہیں۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے دار قطنی نے ابن ماجہ نے بہت سی سندوں سے ذکر کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اس کو قوی کہا ہے، امام بصیریؒ نے بھی اس کی بعض سندوں کی تصحیح کی ہے۔

صفۃ الصلوٰۃ ص ۱۷

غرض البانی صاحب کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، مگر مولانا عبدالرحمٰن نے ان تمام حقائق سے چشم پوشی کر کے نہایت درجہ تعصب کا اظہار کیا ہے، اور محض اس وجہ سے یہ حدیث قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں احناف کے مذہب کی روشن دلیل تھی اس کے بارے میں اپنا فیصلہ یہ سناتے ہیں۔

ان هذا الحديث ضعيف بجميع طرقه ۔ ابکار ص ۵۱۹

یعنی یہ حدیث تمام سندوں سے ضعیف ہے۔

اللہ اکبر! ایک طرف محدثین کا فیصلہ کہ یہ حدیث صحیح ہے اور دوسری طرف غیر مقلدین کے پیشوا کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کے یہاں حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا معیار کیا ہوتا ہے، احادیث رسول ﷺ کے ساتھ غیر مقلدین اس قسم کا غیر سنجیدہ مذاق بھی کرتے ہیں، اور پھر یہ بھی گاتے ہیں "ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد"

(۵) غیر مقلدین حضرات رفع یدین صرف تین جگہ یا چار جگہ کرتے ہیں یعنی ابتدائے صلوٰۃ کے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور بعض حضرات دو رکعت سے کھڑے ہونے کے وقت میں۔ جبکہ صحیح سندوں سے دونوں سجدوں کے درمیان بھی متعدد صحابہ و تابعین سے رفع یدین کرنا ثابت ہے، شیخ البانی فرماتے ہیں:

وصح الرفع هنا عن انس وابن عمرو ونافع وطاؤس والحسن البصري وابن سيرين وايوب السختياني كما فى

مصنف ابن ابی شیبة باسانید صحیحة عنهم . (صفة الصلوٰة ص ۱۱۷)

یعنی سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ثبوت صحیح سندوں سے ہے۔ حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں صحیح احادیث ہیں، تابعین میں سے یہ بات حضرت نافع طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین، اور ایوب سختیانی سے صحیح سندوں سے مروی ہے، جیسا کہ مصنف ابن شیبہ میں ہے۔

مگر غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو یا کسی بھی غیر مقلد کو اللہ کے رسول ﷺ کی اس سنت کو قبول کرنے کی توفیق نہ ہو سکی، حالانکہ جب تین یا چار جگہ رفع یدین کرنا ان کا مذہب ہے، تو دو ایک جگہ اور سہی، اس سے کیا فرق پڑتا ہے زیادہ رفع یدین کرنے کا زیادہ ثواب بھی ملتا، اور صحیح حدیث کے انکار کرنے کا الزام بھی ان پر عائد نہیں ہوتا، مگر یہ سب توفیق خداوندی کی بات ہے، اور یہ توفیق منکرین تقلید کا کم ہی مقدر بن پاتی ہے۔

(٦) قرأت خلف الامام کے بارے میں احادیث کی متعدد کتابوں میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے۔

واذا قرأ الامام فانصتوا

یعنی جب امام قرأت شروع کردے تو تم لوگ خاموش رہو۔

امام مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا ہے، صحیح مسلم میں اس روایت کا ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، صحیح مسلم کے علاوہ یہ جملہ احادیث کی متعدد کتابوں میں ہے۔ مثلاً مؤطا امام مالک اور مسند حمیدی اور امام بخاری کے جزء قرأۃ الفاتحہ وغیرہ میں۔ یہ جملہ صحیح سندوں سے مروی ہے، فتاویٰ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، اور اسکی روشنی اور اس جیسی دوسری روایتوں کی روشنی

میں جہری نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے، مسلم والی روایت کو امام احمد نے بھی صحیح کہا ہے، شیخ البانی بھی اس روایت کو قبول کرتے ہیں، مگر چونکہ یہ روایت امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہے، بس غیر مقلدوں کو اس سے چڑ ہو گئی۔ اور اس صحیح روایت کا بے دھڑک انکار کر دیا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

واکثر الحفاظ اجمعوا علی انہ لیس بصحیح (ابکار ۲۳ ۵)

یعنی اکثر محدثین کا اجماع ہے کہ **واذا قرأ الامام فانصتوا** والی حدیث صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کی ذہنیت کا اندازہ لگایئے کہ جس حدیث کو امام مسلم جیسا محدث بھی صحیح کہہ رہا ہے وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں، گویا مبارکپوری صاحب کا مقام حدیث کی معرفت کے بارے میں ابن تیمیہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بات فی الاصل وہی ہے کہ غیر مقلدوں نے پہلے اپنا ایک نظریہ بنایا ہے پس جو حدیث اس نظریہ خاص کے مطابق ہو گی، اس کو وہ قبول کریں گے، اور جو احادیث ان کے اس نظریہ کے خلاف ہو گی، ان کا وہ رد کر دیں گے، خواہ وہ احادیث بخاری اور مسلم ہی کی کیوں نہ ہو، اور دعویٰ یہی کریں گے کہ ہم ہی ہیں اہلحدیث، ان اہلحدیثوں کے اس طرز عمل نے انکار سنت وانکار حدیث کا دروازہ کھولا ہے۔

(۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صریح اور صحیح حدیث سے مصافحہ کا طریقہ دونوں ہاتھ سے بتلایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث میں صاف صاف ہے کہ میرا ہاتھ رسول اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھ کے بیچ تھا۔ امام بخاری نے باب بھی قائم کیا ہے، باب الاخذ بالیدین یعنی مصافحہ میں دونوں ہاتھ پکڑا جائے گا۔ اور یہ بھی بتلایا ہے کہ محدثین کا یہی طریقہ تھا کہ وہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، چنانچہ فرماتے

کہ حماد بن سلمہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا، یہ سب کچھ بخاری شریف میں ہے، مگر چونکہ غیر مقلدین کا مذھب یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کیا جائے گا، اس وجہ سے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بخاری کی ان تمام باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور جس حدیث سے امام بخاری نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے پر استدلال کیا تھا، اس کے بارے میں صاف صاف کہدیا کہ وہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے بارے میں صریح نہیں ہے۔ (القالۃ الحسنٰی)

اندازہ لگایئے کہ جب غیر مقلدیت کا نشہ سر پر چڑھ جاتا ہے تو امام بخاری تک کو بھی غیر مقلدین کے عوام ہی نہیں بلکہ ان کے کبار مشائخ بھی خاطر میں نہیں لاتے، اور بخاری شریف کی بھی روایت کو وہ قبول نہیں کرتے۔

(۷) نماز فجر اجالا ہونے کے بعد پڑھی جائے، یہ احناف کا مذھب ہے، اور اس بارے میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد صحیح سند سے ترمذی میں مذکور ہے، حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور اکرم ﷺ کو سنا آپ فرمارہے تھے۔ اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر، یعنی جب فضا روشن ہو جائے تو فجر کی نماز پڑھو اس میں اجر زیادہ ہے، امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین میں سے بہت سے لوگوں کا یہی مذھب ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے میں نہیں بلکہ فضا روشن ہو جانے کے بعد پڑھنا چاہئے، اور یہی مذھب امیر المومنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوری کا بھی ہے، امام ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

وقد رأى غير واحد من أهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين الاسفار بصلوٰة الفجر و به يقول سفيان الثورى .

غرض یہ حدیث فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کے بارے میں نص صریح

غیر مقلدین میں اگر اتباع حدیث کا واقعی اور سچا جذبہ ہوتا تو اس کو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے، اس لئے کہ وہ اپنی کتابوں میں بار بار اس شعر کا تکرار کرتے ہیں۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و قرار

لیکن چوں کہ اس حدیث سے مسلک حنفی کی تقویت ہوتی ہے تو ان کے علماء نے دوسروں کے اقوال و آراء کے سہارے اس حدیث کا انکار کر دیا اور صاف صاف لکھا۔

کیف یکون الترجیح لمذھب الاحناف فانہ خلاف ما واظب علیہ رسول اللہ ﷺ والخلفاء الراشدون من التغلیس.

(تحفۃ الاحوذی ص ۱۴۵ ج ۱)

یعنی مذہب احناف کو ترجیح کیسے حاصل رہے گی، اس لئے کہ ان کا مذہب تو اسکے خلاف ہے جس پر آنحضور ﷺ اور خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہے، یہ لوگ اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے۔

اور جب احناف نے کہا کہ حضرت اتنے جوش میں نہ آیئے بلکہ بخاری ومسلم میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی عام عادت شریفہ اسفار ہی میں نماز ادا کرنے کی تھی، اور وہ حدیث یہ ہے

قال ما رایت رسول اللہ ﷺ صلی صلوٰۃ بغیر میقاتھا الا صلوٰۃ جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا.

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کوئی نماز عام معتاد وقت سے پہلے پڑھتے نہیں دیکھا،

صرف ایک ہی نماز کو میں نے دیکھا کہ آپ نے مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا اور فجر کی نماز عام معتاد وقت سے پہلے پڑھی، یعنی اس کو اندھیرے میں ادا کیا۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عام عادت یہی تھی کہ آپ ﷺ اجالا ہو جانے کے بعد ہی فجر کی نماز شروع کرتے تھے، کبھی مخصوص حالات میں آپ نے غلس اور اندھیرے میں بھی نماز ادا کی ہے تو یہ بات اور ہے۔

مگر چونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ عمل بالحدیث محض ایک افسانہ ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ہر اس حدیث کا انکار کریں گے، جو ان کے مخصوص نظریہ کے خلاف ہو، چنانچہ انھوں نے بخاری و مسلم کی اس حدیث کا بھی انکار کر دیا، اور دوسروں کے اقوال کی تقلید میں اور انھیں واسطہ اور ذریعہ بنا کر بڑی جرأت کے ساتھ کہا کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث سے فجر کو اجالے میں پڑھنے کا استحباب نہیں ثابت ہوتا ہے، اور جس نے اس کو اس کی دلیل بنایا ہے وہ کوئی چیز نہیں (تحفہ ص ۱۴۴ ج ۱)

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کے الفاظ اور ان کا طنطنہ ملاحظہ فرمایئے، فرماتے ہیں۔

فالاستدلال بحديث عبدالله بن مسعود هذا على استحباب الاسفار بصلوٰة الفجر ليس بشئي.

غیر مقلدین کی احادیث صحیحہ اور ارشادات نبویہ کے انکار اور رفض ورد کی انھیں جرأتوں نے منکرین حدیث کو یہ حوصلہ بخشا ہے کہ وہ تمام احادیث ہی کا انکار کرنے لگے، اگر فرقہ منکرین حدیث و سنت کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو

معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کا جو باوا آدم تھا وہ بھی غیر مقلد تھا، اور اس کے بعد جو جو بھی انکار حدیث کی راہ پر لگے وہ سب کے سب منکر تقلید اور غیر مقلد تھے۔

غیر مقلدیت کی راہ وہ راہ ہے کہ اس راہ سے گمرہی کے سارے دروازے کھلتے ہیں، اور انسان گمراہی کی آخری سرحد یعنی الحاد تک پہونچ جاتا ہے، اس موقع پر مجھے مولانا ابوالکلام آزاد یاد آگئے، وہ فرماتے ہیں کہ:

> "والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ: پہلے وھابیت (یعنی غیر مقلدیت) پھر نیچریت، نیچریت کی تیسری منزل جو الحاد قطعی کی ہے، اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے خود نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے، لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے، اور ٹھیک مجھے بھی یہی پیش آیا، سر سید مرحوم کو بھی پہلی منزل وھابیت ہی کی پیش آئی تھی۔ (مولانا آزاد اور سر سید اور علیگڈھ ص ٣٨٠، از ترجمان الاسلام، بنارس، شمارہ نمبر ٤٥)

ہم نے گزشتہ مثالوں میں بطور خاص مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کے کلام سے استدلال کیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہی حضرت اس جماعت کے اس وقت سرتاج سمجھے جاتے ہیں اور ان کی کتابوں کو غیر مقلدین میں غایت درجہ قبولیت حاصل ہے۔

اب موضوع کے اخیر میں غیر مقلدین کی جماعت کے دو دوسرے لوگوں کا بھی ذکر کردیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس جماعت کے اصاغر واکابر اور اولیٰ اوسط، ادنی سب کا حال حدیث کے رد وانکار میں ایک سا ہے۔

(٨) مولانا نذیر حسین میاں صاحب اس جماعت کے سربراہ اعلیٰ تھے، غیر مقلدیت ہندوستان میں انھیں کے وجود مسعود سے پھیلی، ان کو غیر مقلدین

کے حلقوں میں شیخ الکل فی الکل کہا جاتا ہے، صحیح حدیث کے رفض وانکار میں ان کا رجحان معلوم کرنے کیلئے ہم ان کے فتاویٰ نذیریہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۹) حضرات احناف کے یہاں چھوٹے گاؤں میں جس میں شہریت کی صفت نہ پائی جاتی ہو جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، غیر مقلدین حضرات کا مذہب یہ ہے کہ خواہ گاؤں چھوٹا ہو یا بڑا ہر جگہ جمع ادا کیا جائیگا، احناف کے بہت سے مستدلات ہیں ان کا ایک مستدل خلیفۂ راشد حضرت علیؓ کا یہ قول بھی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع، یعنی جمعہ اور عید کی نماز تو شہر ہی میں ہے۔

صحابۂ کرام اس طرح کی باتیں جن کا تعلق خالص عبادت سے ہوتا ہو اپنی طرف سے نہیں کہتے، ان کے پاس اس بارے میں آنحضور ﷺ کی ہدایات اور آپ کے ارشادات ہوتے ہیں، حضرت علیؓ کا یہ فرمان صحیح سند سے ثابت ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

> حضرت علیؓ کا یہ قول صحیح ہے، ابن حزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے، مصنف عبدالرزاق میں بھی حضرت علی کا یہ اثر صحیح سند سے مروی ہے، شوکانی بھی کہتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔

مگر چونکہ گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنا غیر مقلدین کے فکر کے خلاف تھا اس وجہ سے حضرت علی کے اس اثر کو جو حدیث مرفوع کے حکم ہی میں ہے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ:

> حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کیلئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۵۹۴ ج ۱)

جن کے دلوں میں صحابۂ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین کا احترام ہوتا ہے وہ کسی صحابی اور کسی خلیفۂ راشد کی بات کا اس ڈھنگ سے اور اس اسلوب ولہجہ میں انکار نہیں کرتے، مگر غیر مقلدین محض اپنے مجوزہ افکار وخیالات کی پاسداری میں

صحابہ کرام کے بارے میں بھی ہر طرح کی ناگفتنیاں جائز رکھتے ہیں۔

(۱۰) موجودہ دنیائے غیر مقلدیت کی ایک مشہور شخصیت کا نام حکیم فیض عالم صدیقی ہے، یہ صاحب پاکستانی ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی ایک کتاب کا نام صدیقہ کائنات ہے، جو غیر مقلدین حلقوں میں بہت مشہور و متعارف ہے۔ اس کتاب میں ان غیر مقلدین عالم صاحب نے اپنی تحقیقات کے بہت سے نادر نمونے پیش کئے ہیں، جن کو خود ان کی فکر نے تراشا ہے، ہم اس وقت ان تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے موضوع کی مناسبت سے انکار حدیث کی ان کی جرأت بیجا کا ایک نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے چھ سال کی عمر میں شادی کی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔ (بخاری کتاب النکاح)

غیر مقلد عالم حکیم فیض عالم صاحب نے بخاری کی اس روایت کا بالکلیہ انکار کر دیا ہے، اور جس لب ولہجہ میں انکار کیا ہے، اس کا نمونہ قارئین ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں۔

> نو سال کی نابالغہ بچی مہینہ بھر تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر کانٹا بن چکی ہو کیا اس حالت میں نبی علیہ السلام اسے گھر لا سکتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

> ایک طرف بخاری کی نو سال والی روایت ہے اور دوسری طرف اتنے قوی شواہد اور حقائق ہیں، صاف نظر آتا ہے کہ نو سال والی روایت ایک موضوع قول ہے۔

حکیم صاحب کا بخاری پر ذرا یہ طنز بھی ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں۔

> لیجئے ایک طرف امام بخاری سیدہ صدیقہ کائنات کا چھ سال میں نکاح کرا رہے ہیں اور دوسری طرف انکا سن

کے تقریباً پہلا سال قرار دے رہے ہیں۔ ص ۸۷

نیز فرماتے ہیں:

خود بخاری کی روایت میں جو داخلی تضاد ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ .... کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ص ۹۲

مزید فرماتے ہیں:

صدیقہ کائنات کی وضعی روایت خاتم المعصومین ﷺ کی ذات اقدس پر بوجوہ طعن ہے۔

حکیم صاحب کا بخاری شریف کی روایت اور حضرت امام بخاری کے بارے میں مزید ایک ارشاد اسی سلسلہ کا ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

مگر جب کسی نے اپنی تحقیق سے کام لیکر آپ کی عمر شریف بوقت رخصتی سترہ اٹھارہ سال لکھی تو اس کے سامنے فوراً بخاری کی روایت آگئی۔ تو وہ بخاری شریف کے احترام میں اندھا دھند ٹاک ٹوئیے مارتا ہوا آگے بڑھ گیا، اس کی بلا سے۔ نبی ﷺ پر زبان طعن دراز ہوتی ہے، پرواہ نہیں، مگر بخاری شریف، کے احترام میں فرق نہ آئے۔ ص ۹۵۔

اور اخیر میں یہ بھی:

بہر حال نو سال والی روایت کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ص ۹۶

ناظرین کرام! آپ اندازہ لگائیں کہ جب غیر مقلدیت کا نشہ سر پر سوار ہو جاتا ہے، تو آدمی کا ذہن اسلاف امت اور ائمہ کتاب وسنت کے بارے میں کیسا بنتا ہے۔

بہر حال ان چند مثالوں سے اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ غیر مقلدین اپنے مخصوص فکر و نظر کے خلاف صحیح سے صحیح احادیث کا بلا تکلف رد کر دیتے ہیں،

اور اس بارے میں ان کے اعلیٰ، اوسط اور ادنی سب برابر ہیں، اور سب کی فکر بھی ایک ہی ہے۔ سچ کہا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے:

من یضلله فلا هادی له

یعنی اللہ جسے گمراہ کرے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

غیر مقلدین ان احادیث کو قبول کر لیتے ہیں جو ان کے مخصوص فکر و نظر سے ہم آہنگ ہوں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

گزشتہ صفحات میں میں نے دس مثالوں سے یہ واضح کیا ہے کہ غیر مقلدین ان تمام احادیث کو مردود قرار دیتے ہیں جو ان کے مخصوص افکار و خیالات سے ٹکراتی ہوں۔ خواہ وہ احادیث صحت و عمدگی کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر ہوں۔

اب آئندہ سطور میں میں یہ دکھلاؤں گا کہ غیر مقلدین ان احادیث کو بلا تردد قبول کر لیتے ہیں جو ان کے افکار و خیالات سے ہم آہنگ ہو۔ خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں، بلکہ بسا اوقات انتہائی درجہ کی ضعیف احادیث کو بھی قبول کر لیتے ہیں آیئے اور ان مثالوں میں غور فرمایئے۔

(۱) حدیث میں آتا ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن سے کچھ نہ پڑھیں، ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر چونکہ یہ حدیث مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے فکر سے ہم آہنگ ہے تو فرماتے ہیں کہ اسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا راجح ہے۔ (تحفہ ص ۱۲۴ ج ۱)

(۲) ترمذی نے آنحضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص وضو پر بسم اللہ

نہ پڑھے تو اس کا وضو درست نہیں ہے، یہ حدیث ضعیف ہے، اور اس بارے میں جتنی روایات ہیں سب ضعیف ہیں۔ امام ترمذی امام احمد کا قول نقل کرتے ہیں، لا اعلم فی ھذا الباب حدیثاً لہ اسناد جید (تحفہ ص ۳۹ ج ۱) یعنی اس مسئلہ میں جو بھی احادیث آتی ہیں میرے علم میں کسی ایک کی سند بھی عمدہ نہیں ہے، امام بزار فرماتے ہیں کہ کل ما روی فی ھذا الباب فلیس بقوی، یعنی اس باب کی ہر حدیث کمزور ہے، لیکن چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے موافق ہے، اس لئے غیر مقلدین نے اس کو بلا چون وچرا قبول کر لیا، مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

لا شک فی ان ھذا الحدیث نص علی ان التسمیة رکن للوضوء شرط لہ۔ (تحفہ ص ۳۸ ج ۱)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث اس باب میں نص ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا یا وضو کیلئے شرط ہے یا وضو کا رکن ہے۔

یعنی چونکہ یہ حدیث موافق مطلب ہے اس وجہ سے بلا تکلف مولانا مبارکپوری صاحب اس ضعیف حدیث سے بسم اللہ کو وضو کیلئے رکن اور شرط ثابت کرنے سے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے، جبکہ گزر چکا ہے کہ بخاری ومسلم کی صحیح روایت سے بھی اگر موافق مطلب نہ ہو تو مولانا کے نزدیک استحبابی حکم بھی نہیں ثابت ہوتا۔

غیر مقلدین کا یہ انداز بتلاتا ہے کہ ان کا حدیث کا قبول یا رد کرنا کسی اصول پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ اس کا داعیہ ان کے نفس میں موجود ہوتا ہے، نفس نے جس کو کہا قبول کر۔ واس کو قبول کر لیا، جس حدیث کے بارے میں شیطان نے سمجھایا اور نفس نے ابھارا کہ مت قبول کرو انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا، غیر مقلدین پر بظاہر میرا یہ بڑا سخت تبصرہ ہے، مگر آئندہ مثالوں سے آپ کو واضح ہوگا کہ میرا یہ

تبصرہ سو فیصد درست ہے، میں نے غیر مقلدوں کو ہر طرح سے جانچا اور پرکھا ہے، مجھے یہ کتاب و سنت کے شیدا نہیں اپنے نفس کے پجاری ہی نظر آئے۔

(۳) سر کے ساتھ کانوں کے مسح کی جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ لیس اسنادہ بذاك القائم، یعنی اس کی سند قوی نہیں ہے۔ غرض یہ حدیث ضعیف ہے، مگر چونکہ یہی مذھب غیر مقلدین کا بھی ہے اس وجہ سے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں کہ:

یہی بات یعنی سر کے ساتھ کانوں کا بھی مسح کیا جائیگا راجح اور قابل اعتماد ہے۔ (تحفہ ص ۴۸)

(۴) غیر مقلدین زور سے آمین کہنے کے بارے میں اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے، حالانکہ رسول اکرم ﷺ جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھتے تو آمین بھی اتنے زور سے کہتے کہ پہلی صف والے سنتے، اور مسجد گونج اٹھتی۔ یہ روایت ابن ماجہ کی ہے اور سخت ضعیف ہے۔ امام بخاری، امام احمد، امام ابن معین، امام نسائی وغیرہ بہت سے محدثین نے اس کی سند کے راوی بشر بن رافع پر سخت جرح کی ہے۔

مگر چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذھب کے موافق ہے اس وجہ سے مولانا عبدالرحمٰن بے دھڑک اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

قلت هذا الحديث وان كان اسناده ضعيفا لكنه منجبر بتعدد طرقه۔ (ابکار ص ۲۱۶)

کاش غیر مقلدین میں احادیث کے قبول کرنے کا یہی جذبہ ان احادیث کے بارے میں بھی ہوتا جو ان کے فکر و نظر سے متصادم ہیں، مگر یہ جذبہ ان میں پیدا ہوتا ہے جن کا احادیث کا قبول یا رد کرنا اصول و ضوابط اور اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہو۔

میں بتلا چکا ہوں کہ غیر مقلدین کی راہ اس بارے میں انانیت کی ہے، ان کے یہاں اتباع حدیث کا مخلصانہ جذبہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

(۵) غیر مقلدین ظہر کی نماز ہر زمانہ میں اول وقت میں پڑھتے ہیں، ترمذی میں اس بارے میں ایک روایت ہے جس کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے، محدثین کو اس پر سخت کلام ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور منکر الحدیث ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام شعبہ کو اس میں کلام ہے، امام نسائی فرماتے ہیں وہ قوی نہیں ہے۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے، معاذ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے اس کی حدیث بیان کرنے کو کہا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس سے حدیث بیان کروں تو مجھے جہنم کی آگ کا اندیشہ ہے۔ ابن مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی بہت کم روایتیں ہیں اور اس میں بھی منکر روایتیں بہت ہیں۔ جوزانی کہتے ہیں کہ حکیم بن جبیر کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے، ایسے راوی کی روایات اگر غیر مقلدین کے مذھب کے خلاف ہو تو قطعاً نہیں قبول کریں گے، مگر چونکہ روایت ان کے مذھب کے مطابق ہے، اس وجہ سے ان تمام سخت جرحوں کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے حالانکہ اس سند میں حکیم بن جبیر ہے جو متکلم فیہ راوی ہے، لیکن امام ترمذی نے کوئی حرج نہیں سمجھا جب ہی اس کی حدیث کو حسن کہا اور امام ترمذی تو فن حدیث کے امام ہیں۔ (تحفہ ص ۱۴۶ ج ۲)

یہ ہے غیر مقلدین کا کسی حدیث کے قبول یا رد کرنے کے بارے میں معیار جو حدیث ان کے مذھب کے موافق ہو گی خواہ اس کی سند میں کیسا بھی ضعیف راوی ہو مگر وہ اس کو قبول کرلیں گے، اور اس وقت انکا معیار امام ترمذی بن جائیں گے، اور وہ فن حدیث کے امام قرار پائیں گے، مگر یہی امام ترمذی جب کوئی ایسی روایت ذکر کریں گے، جو ان کے مذھب کے خلاف ہو گی اور احناف کے مذھب کی اس

سے تائید ہوگی تو انھیں امام ترمذی کے بارے میں مولانا مبارکپوری صاحب فرمائیں گے۔ اما تحسين الترمذی فلا اعتماد عليه لما فيه من التساهل۔ (تحفہ ص ۲۲۰ ج ۱) یعنی اس حدیث کو امام ترمذی نے جو حسن کہا ہے تو امام ترمذی پر اعتماد نہیں ہے، اس وجہ سے کہ ان میں تساہل تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا امام ترمذی کے بارے میں یہ ریمارک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے بارے میں ہے جس میں ہے کہ انھوں نے لوگوں کو آنحضور ﷺ کی نماز کا عمل نماز پڑھ کر دکھلایا، اور اس میں صرف ایک بار رفع یدین کیا، اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن بتلایا ہے، اس پر مولانا مبارک پوری بھڑک اٹھے اور انھوں نے امام ترمذی کے بارے میں وہ بات کہی جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا۔ اس موقع پر امام ترمذی حدیث کے امام باقی نہیں رہے۔

جو لوگ حدیث کے رد و قبول کے بارے میں اس درجہ "امین" ہوں ان کی ذہنیت پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے، ایسے لوگ جب اپنے کو اہل حدیث کہیں تو ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے۔

(۶) ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے جس سے فجر کی نماز پڑھنے کا ثبوت غلس یعنی اندھیرے میں ہوتا ہے، اس کی سند میں ضعیف راوی ہے، جس کا نام اسامہ بن زید لیثی ہے، اس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ ليس بشئی یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثوں میں غور کرو گے تو اس میں منکر روایت پاؤ گے، امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے۔ یہ بھی کہا کہ یحییٰ بن سعید قطان نے آخر میں اس کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں اس کی حدیث کو لکھا تو جائے گا مگر اس کو حجت نہیں بنایا جائے گا۔

ان شدید جرحوں کے باوجود چونکہ اس کی روایت کردہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے ہم آہنگ اور اس کے مطابق ہے، اس وجہ سے مولانا

مبارکپوری نے محدثین کی ان تمام جرحوں کو رد کردیا، اور اس کی اس حدیث کو قبول کرلیا فرماتے ہیں کہ:

قلت اسامة بن زيد الليثي وان اختلف في توثيقه و تضعيفه لكن الحق انه ثقة صالح للاحتجاج ۔ (ابکار ص ۵۱)

یعنی میں کہتا ہوں کہ اسامہ بن زید لیثی کے بارے میں اگرچہ محدثین کا اختلاف ہے، کوئی اس کو ثقہ کہتا ہے، اور کوئی اس کو ضعیف قرار دیتا ہے، مگر حق یہ ہے کہ وہ ثقہ اور قابل احتجاج ہے۔

اور اگر معاملہ احناف کے حق میں ہوتا تو پھر یہی محدث صاحب فرماتے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے، اور اس وقت یہ حدیث ضعیف قرار پاتی۔

(۷) غیر مقلدین حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اگر پانی کی مقدار دو قلہ ہو تو وہ پانی ماء کثیر ہے اور نجاست پڑنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا۔ غیر مقلدین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو حدیث قلتین کہتے ہیں اور قلتین والی یہ حدیث سخت مضطرب ہے، جس کی وجہ سے وہ لائق استدلال ہرگز نہیں ہے۔ حافظ ابن عبدالبر جن کو مبارکپوری صاحب ضرورت کے موقع پر حافظ الدھر کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اس حدیث کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

جو لوگ قلتین کی حدیث کے قائلین ہیں عقلاً بھی ان کا مذہب ضعیف ہے، اور سنداً بھی یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس حدیث میں محدثین کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے۔

خود مولانا مبارکپوری کو تسلیم ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے، فرماتے ہیں:

اما تضعيف من ضعفه فهو مبنى على ظاهر الاضطراب الذى فى سنده و متنه ۔ (ابکار ص ۱۵)

FREEDOM FOR GAZA

یعنی جس نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی سند اور متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

بہر حال محدثین کے اصول کے اعتبار سے یہ حدیث قابل استدلال واحتجاج نہیں ہے، اور اپنے سند و متن کے اضطراب کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس ضعیف کو غیر مقلدین قبول کرتے ہیں اور پانی کے مسئلہ میں اس کو اپنے مذھب کی بنیاد قرار دیتے ہیں، مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں:

ان حدیث الباب صحیح قابل للاحتجاج .

(تحفہ ص ۷۱ ج ۱)

یعنی یہ حدیث صحیح ہے حجت پکڑے جانے کے قابل ہے۔

اور ابکار میں فرماتے ہیں:

وبالجملة فهذا الاختلاف ليس اضطرابا قادحاً في صحة الحديث مورثا لضعفه (المعارص ۸۱)

یعنی حاصل بحث یہ ہے کہ ایسا اضطراب نہیں جو صحت حدیث کیلئے قادح بنے اور اس میں ضعف پیدا کرے۔

یعنی "ساری خدائی ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک طرف" یعنی محدثین اس حدیث کو مضطرب مانیں اور ضعیف قرار دیں، نا قابل اعتبار سمجھیں لیکن غیر مقلدین کی جماعت کے یہ محدث اپنی ہانڈی الگ ہی پکائیں گے۔

(۸) آیئے اب ذرا رخ ایک دوسرے محدث اور شیخ الحدیث صاحب کی طرف موڑتے ہیں، یہ ہیں مولانا اسماعیل سلفی صاحب، جماعت اہلحدیث یعنی غیر مقلدین کی جماعت میں ان کا بھی بڑا نام ہے، ان کی ایک کتاب ہے "رسول اکرم ﷺ کی نماز" اس کتاب میں اسماعیل سلفی صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

ان الماء طهور لا ينجسه شئى الا ما غلب على ريحه وطعمه و لونه بنجاسة يحدث فيه ۔

یعنی پانی پاک ہے پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی الا یہ کہ نجاست پڑنے سے اس کا رنگ یا مزہ یا اس کی بو بدل جائے

غیر مقلدین اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ خواہ پانی کتنا بھی تھوڑا کیوں نہ ہو، جب تک کہ نجاست گرنے سے اس کا رنگ یا مزہ یا بو میں تغیر پیدا نہیں ہوگا وہ پانی پاک ہی رہے گا، اور ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسری حدیث نہیں ہے، حالانکہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بالکل ضعیف ہے، خود مولانا سلفی صاحب نے اس کتاب کے حاشیہ میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں

اس کی سند بالاتفاق ضعیف ہے۔ (ص ۹)

مگر چونکہ مسئلہ اپنے گھر کا ہے اس وجہ سے یہ بالاتفاق ضعیف حدیث بھی قابل عمل و قابل قبول ہو گئی۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۹) میاں صاحب شیخ الکل فی الکل رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی طرف جب ہم رخ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں عجائبات کی ایک دنیا نظر آتی ہے، مثلاً غیر مقلدین کے اکابر کا مذہب یہ ہے کہ ایام محرم میں خوب کھاؤ اور پیو اور اپنے اہل و عیال کو بھی خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔

غیر مقلدین اس بارے میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے:

عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ من وسع على عياله فى النفقة يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو عاشوراء کے دن اپنے بال بچوں پر کھانے پینے میں وسعت کرے گا تو سال بھر اللہ اس کو وسعت عطا کرے گا۔

یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، بلکہ بعض محدثین نے تو اس کو موضوع اور

من گھڑت کہا ہے، مگر میاں صاحب اور ان کے شاگرد رشید اس حدیث کو قبول فرماتے ہیں، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں:

اس حدیث کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف اور ناقابل احتجاج اور بعض نے موضوع بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔ اور کثرت طرق کی وجہ سے وہ حسن اور قابل احتجاج ہے۔ (ص ۲۷۶ ج ۱)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب کے اس فرمان پر میاں صاحب دہلوی کے بھی دستخط ہیں، جو اس بات کا اعلان ہے کہ یہ غیر مقلدین کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اس طرح کی موضوع اور ضعیف حدیث سے اگر خدانخواستہ کوئی حنفی استدلال کرتا تو غیر مقلدین جماعت کا ہر چھوٹا اور بڑا آسمان سر پر اٹھالیتا مگر چونکہ یہ بات اپنے گھر اور اپنے بڑوں کی ہے اس وجہ سے کسی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلتی کہ اہلحدیث نام رکھنے والو تم اس قسم کی ضعیف اور موضوع روایتوں پر اپنے فکر وخیالات اور مذہب کی بنیاد مت رکھو۔

(۱۰) اگر احناف بخاری و مسلم کی بھی روایت سے کسی مسئلہ پر استدلال کریں تو غیر مقلدین کو اس روایت سے استحبابی حکم بھی ثابت ہوتا نظر نہیں آتا جیسا کہ اسفار والی عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے بارے میں جو بخاری و مسلم کی روایت ہے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا بیان گزر چکا ہے، مگر غیر مقلدین کی اپنے گھر کی بات کیا ہے تو ہمیں اس کا پتہ فتاویٰ نذیریہ سے چلتا ہے۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین کے اکابر کہتے ہیں کہ جائز ہے اور جب ان سے کہا گیا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث تو ہے نہیں تو اس کا جواب فتاویٰ نذیریہ میں یوں دیا گیا:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے، اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اگرچہ متکلم فیہ ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے، لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز واستحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو کہ موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ (ص ۵۶۴ ج ۱)

اس کلام مبارک پر حضرت میاں صاحب شیخ الکل فی الکل کی بھی مہر تصدیق ثبت ہے، اس لئے یہ فیصلہ کسی کی شخصی رائے نہیں، بلکہ جماعتی فیصلہ ہے۔ جس کے خلاف کوئی غیر مقلد زبان نہیں ہلا سکتا، میاں صاحب جس بات کو قبول کر لیں اور اکابر جماعت جس پر صاد کر دیں، اس کے خلاف چھوٹوں کا واویلا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

بہر حال فتاویٰ نذیریہ کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ضعیف احادیث کا اعتبار ہوتا ہے۔

پر افسوس کہ غیر مقلدین کے تمرد وطغیان اور ظلم وجور اور تحکم وانعساف کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا کسی مسئلہ میں کسی ضعیف حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

ناظرین نے ہماری اس تحریر سے اور ان مثالوں سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ غیر مقلدین کا اہلحدیث ہونے کا نعرہ لگانا، بلاوجہ کا شور وہنگامہ ہے، غیر مقلدین قطعاً اہلحدیث نہیں ہیں، نہ تو اخلاص اور سچے جذبے کے ساتھ کسی حدیث کو قبول کرتے ہیں، اور نہ کسی حدیث کو رد کرنے میں یہ مخلص ہوتے ہیں، بلکہ حدیث کو قبول کرنے اور رد کرنے میں یہ اپنی خواہشات کے متبع ہوتے ہیں جو کہ اہل حق کی علامت نہیں ہے، ترک تقلید کی راہ سے بہت ہی کم ایسے خوش نصیب ہیں جو حق

کے راستے پر جمے ہوئے ہوں، اور ان میں دین و شریعت کے بارے میں اخلاص و للّٰہیت کا جذبہ پایا گیا ہو، ایسے لوگوں کی مثالیں بہت نادر و نایاب ہیں۔ وھذا آخر ما اردت ان اقول والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید نا ومولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً کثیراً

۴؍ محرم شب شنبہ ۱۴۲۲ھ

FREEDOM
FOR GAZA

ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کرنا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے

غیر مقلدین حضرات کا قبلہ وکعبہ زمانہ وقت اور حالات کے پیش نظر بدلتا رہتا ہے، اور کبھی کبھی کسی شخصیت کا غلبہ اور تسلط ان پر اتنا ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے اگلوں کی ساری تحقیقات کالعدم قرار پاتی ہیں، اور اس بارے میں ان کے غلو کا یہ عالم ہوتا ہے کہ محدثین واہل علم کے عام فیصلوں کو بھی وہ بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

آج کل سلفی غیر مقلدین پر البانی نام کے ایک شامی غیر مقلد کا اسی قسم کا تسلط ہے، البانی کو غیر مقلدین بہت بڑا محقق بہت بڑا محدث اور فن حدیث ورجال کا امام اعظم سمجھتے ہیں، حالانکہ البانی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس نے حدیث رسول اور سنت رسول سے لوگوں کو برگشتہ کرنیکا ایک جال بچھایا ہے، یہ عرب دنیا میں ہندوستان کا وحید الدین خان ہے، وحید الدین خان اور البانی کا مشترکہ وصف یہ ہے کہ یہ دونوں تعلّی اور خود رائی کے آخری مقام پر ہیں، انا پرستی کے دونوں مریض ہیں، اگلوں کی تحقیقات دونوں کے نزدیک ہیچ ہیں اور ان کے علمی کارناموں کی نہ وقعت وحید الدین خان کے دل میں ہے اور نہ البانی کے دل میں، دونوں کا میدان الگ الگ ہے، مگر انا پرستی وخود پرستی اور اپنی تحقیق ورائے پر اصرار وجمود اور اپنے سامنے بڑوں بڑوں پر غرانا اور آنکھیں دکھلانا اور ان کو منھ چڑانا، ہمہ دانی کا دعویٰ کرنا یہ باتیں دونوں میں بڑی افراط سے پائی جاتی ہیں۔

البانی صاحب جن کا پورا نام "محمد ناصر الدین البانی" ہے اپنے ذوق مطالعہ

کی بنیاد پر علامہ اور محدث ہوگئے تھے، اور جب آدمی بلا کسی مرشد کی رہنمائی کے علم کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو غیر مقلدیت اس کے استقبال کیلئے تیار رہتی ہے، اور وہ غیر مقلد ہو جاتا ہے، عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دستگیری فرمائے۔

البانی صاحب بھی غیر مقلد ہو گئے، اور پھر اسلاف ان کی نگاہ میں بونے قرار پائے، اور چونکہ البانی صاحب نے حدیث ہی کو اپنا علمی میدان بنایا تھا اس لئے ان کا سب سے زیادہ وار محدثین پر ہی ہوا، اور احادیث رسول ﷺ کو انھوں نے اپنا نشانہ مشق ستم بنایا، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، اور ابن ماجہ سب پر انھوں نے تیر چلایا، اور سب کو زخمی کیا، انشاءاللہ اس کی تفصیل کسی الگ مستقل مضمون میں کی جائیگی۔

حدیث رسول ﷺ کے بارے میں ان کی جرأت کا عالم یہ ہے کہ اپنی تحقیق کے اعتماد پر جس کو چاہا ضعیف قرار دیا اور جس کو چاہا صحیح قرار دیا، صحاح ستہ نام کی حدیث کو جو چھ کتابیں ہیں، اور جو شروع زمانہ سے لیکر آج تک صحاح ستہ کے نام ہی سے مشہور تھیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، مثلاً صحیح ابوداؤد اور ضعیف ابوداؤد صحیح ترمذی اور ضعیف ترمذی وغیرہ ان کے اس کارنامہ پر دنیائے غیر مقلدیت میں شادیانے بجے اور اہل سنت مسلمانوں نے کہا کہ ان هي الا فتنة جديدة في الاسلام یعنی یہ اسلام میں ایک نیا فتنہ ہے۔

سلفی غیر مقلدین کا حلقہ البانی کی عظمت کے سامنے سر ٹیکے ہوئے ہے، اور ان کی تحقیق کو آخری تحقیق کا درجہ دیتا ہے۔

ضعیف حدیث کا نام لے کر البانی نے نوجوان طبقہ میں حدیث کے خلاف زہر پھیلا دیا ہے، اور جس ایرے غیرے کو دیکھو، وہ کہتا نظر آتا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا حرام ہے۔، یہ وہ عوام کالانعام ہیں جن کو پتہ نہیں کہ حدیث کا کسی وجہ سے محدثین کی اصطلاح میں ضعیف قرار پانا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محدثین کے یہاں وہ حدیث متروک اور ناقابل عمل ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو سیکڑوں ضعیف

حدیث پر محدثین کے یہاں عمل کیوں ہوتا، اور محدثین ان کو اپنی کتابون میں ذکر ہی کیوں کرتے، ان ضعیف احادیث کو محدثین یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں، پھر بھی ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ حدیثیں اگر چہ اصطلاحا ضعیف ہیں مگر عملاً وہ متبول ہیں، محض اسناد کا ضعف دیکھ کر اس کو مردود نہیں قرار دیا جاسکتا، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین کا معروف اصول ہے کہ سند کے ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ حدیث کی سند میں راوی ضعیف ہو تو حدیث کا مضمون بھی نا قابل استدلال و نا قابل احتجاج ہوگا، اور اس کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف درست نہ ہوگی۔

ضعیف احادیث کا نام لے کر حدیث رسول سے روگردانی کا عمل آج جو جاری ہے محدثین میں اس کا کہیں وجود نہیں تھا، یہ بالکل نئی گمراہی اور نئی بدعت ہے اور انکار سنت کا نہایت خفیہ راستہ ہے، غیر مقلدین آج اسی راستہ پر سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔

میں نے جو یہ عرض کیا کہ کسی حدیث پر محدثین کی طرف سے ضعف کا حکم لگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث قابل رد ہے، اور محدثین کے یہاں اس پر عمل جائز نہیں ہے، اس کو میں چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں تاکہ قارئین اندازہ لگائیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا محدثین کے یہاں عام طور پر دستور تھا، اور ضعیف حدیث کا انکار یہ زمانہ حال کی بدعت ہے، جس کا موجد غیر مقلدین کا طبقہ ہے، محدثین کے یہاں اس عمومی انداز میں ضعیف حدیث کو مردود قرار دینے کا تصور نہیں تھا، جو آج غیر مقلدین کے یہاں پایا جاتا ہے۔(۱)

---

(۱) محدثین کے یہاں وہی ضعیف حدیثیں نا قابل عمل ہوتی تھیں جن کا ضعف بہت شدید ہوتا تھا اور کوئی خارجی قرینہ حدیث کے مضمون کا مؤید نہیں ہوتا تھا، یا پھر جن کے بارے میں محدثین کا یہ فیصلہ ہوتا تھا کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے، بقیہ ان دو قسموں کے علاوہ تمام ضعیف حدیثیں محدثین وفقہاء کے یہاں متبول اور قابل عمل تھیں۔

آپ مندرجہ ذیل مثالوں میں غور فرمائیں، اور یہ معلوم کریں محدثین اور فقہاء کے یہاں ضعیف حدیث پر عمل تھا یا نہیں اور جو لوگ مطلقاً ضعیف حدیث کو مردود قرار دیتے ہیں، ان کا عمل محدثین کے طریق کے خلاف ہے یا موافق۔

مثال نمبر (۱) ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دس زق (ایک پیمانہ ہے) شہد سے ایک زق زکوٰۃ نکالی جائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر فی اسنادہ مقال یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے یعنی یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ولا یصح عن النبی ﷺ کبیر شئی۔ یعنی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لا یصح فی زکوٰۃ العسل شئی، یعنی شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں کوئی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ محدثین کے یہاں شہد میں زکوٰۃ کے بارے میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں۔ والعمل علی ھذا عند اکثر اھل العلم و بہ یقول احمد و اسحق (ترمذی مع التحفۃ ص ۸ ج ۲) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کی جو حدیث ہے کہ دس زق شہد میں ایک زق زکوٰۃ ہے، اسی پر اکثر اہل علم (یعنی محدثین و فقہاء) کا عمل ہے، اور اسی کے قائل امام احمد اور امام اسحٰق ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور ہے تو کتنی شہد میں کتنی زکوٰۃ ہے، اس بارے میں محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی بھی روایت محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ضعیف ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اکثر فقہاء و محدثین کا عمل ہے، اور امام احمد

اور امام اسحق جو فقیہ سے زیادہ محدث ہیں۔ ان کا مذہب بھی یہی ہے، کہ دس زق شہد میں ایک زق زکوٰۃ واجب ہو گی۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کا سنداً ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث متروک ہے اور اس پر عمل جائز نہیں اور یہ کہ اس کا مضمون بھی آنحضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔

مثال نمبر (۲) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ کا ارشاد تھا کہ درمیان سال میں اگر کسی کے پاس مال آیا ہو تو جب تک کہ اس پر پورا سال نہ گذر جائے اس میں زکوٰۃ نہ ہو گی۔

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید نامی ایک راوی ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے، امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور دوسرون نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، یہ بہت زیادہ غلطی کرتا تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ بلا شبہ اس باب کی مرفوع روایت ضعیف ہے، غرض یہ مرفوع روایت محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وبه يقول مالك بن انس والشافعى واحمد بن حنبل واسحق

(ترمذی مع التحفہ ص۹ ج ۲)

کہ یہی مذہب یعنی درمیان سال میں اگر مال حاصل ہو جائے تو سال پورا ہونے پر ہی اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور امام اسحٰق کا ہے۔

یہ تمام جلیل القدر محدثین وفقہاء ہیں انھوں نے اس ضعیف حدیث پر عمل کر کے بتا دیا کہ سنداً کسی حدیث کا ضعیف ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ آنحضور ﷺ سے ثابت بھی نہیں ہے۔

مثال نمبر (۳) ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے آنحضور

ﷺ کو خط لکھ کر معلوم کیا کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں، تو آپ ﷺ نے ان کو لکھا کہ سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ **اسناد هذ الحديث ليس بصحيح** ۔ یعنی اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ **وليس يصح في هذاالباب عن النبي ﷺ شئی**، یعنی اس مسئلہ میں آنحضور ﷺ سے ایک حدیث بھی صحیح وارد نہیں ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ **وفي الباب عن علي وعائشه ومحمد بن جحش وانس وطلحه لكنها كلها ضعيفة** یعنی اس مسئلہ میں حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت محمد بن جحش حضرت انس اور حضرت طلحہ سے روایات ہیں لیکن سب کی سب ضعیف ہیں۔ غرض سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود بقول امام ترمذی تمام فقہاء و محدثین کا اسی پر عمل ہے یعنی ان کے نزدیک سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، امام ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔

والعمل على هذا عندعامة اهل العلم یعنی مذکورہ حضرت معاذ والی حدیث ہی پر عام محدثین و فقہاء کا عمل ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اس پر عمل نہ کرنے کا بہانہ نہیں بن سکتا اور جو ضعیف حدیث کو مطلقاً مردود قرار دیتا ہے اس کی یہ روش اہل علم کے عام مذہب کے خلاف ہے، فقہاء اور محدثین کا کبھی یہ مذہب نہیں رہا ہے کہ جس حدیث کی سند کمزور ہو اسے مردود قرار دیا جائے اور اس پر عمل کرنا حرام ہو۔

(مثال نمبر ۴) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے پینے اور ضروریات پوری ہونے کے بقدر پیسہ ہے، اور پھر وہ سوال کرتا ہے تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ مکروہ اور بے رونق ہوگا۔

میں آنحضور اکرم ﷺ کا بقیع مبارک میں جانے کا ذکر ہے۔ اور آپ کا یہ فرمان موجود ہے کہ خداوند قدوس نصف شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اور بے شمار لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بخاری بھی اس کو ضعیف قرادیتے ہیں، اور اس باب میں جتنی بھی حدیثیں ہیں سب ضعیف ہیں، مگر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ **فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم انه لم يثبت فى فضيلة النصف من شعبان شئى۔** (تحفہ ص ۵۳)

یعنی یہ تمام حدیثیں ملا کر ان کے خلاف حجت ہیں، جن کا دعویٰ ہے کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا یہ فیصلہ بتلاتا ہے کہ ضعیف حدیث کو مطلقاً رد نہیں کیا جاسکتا۔

(مثال نمبر ۶) روزہ دار سرمہ لگا سکتا ہے یا نہیں، اس بارے میں حضرت انس کی روایت ہے جس میں آنحضور اکرم ﷺ نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اور اس بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، **حديث انس اسناده ليس بالقوى** یعنی حضرت انس کی حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ **ولايصح عن النبى ﷺ فى هذا الباب شئى،** یعنی آنحضور اکرم ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں: **فيه جواز الاكتحال بلا كراهة للصائم و به قال الاكثرون۔** (تحفہ ص ۴۷ ج ۲) یعنی اس حدیث میں (جو ضعیف ہے) اس کا بیان ہے کہ روزہ دار کو بلا کراہت سرمہ لگانا جائز ہے، اور اسی کے قائل اکثر فقہاء و محدثین ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ **الراجح هو القول بالجواز من غير كراهة** یعنی راجح بات یہی ہے کہ بلا کراہت

روزہ دار کو سرمہ لگانا جائز ہے۔

گویا محض حدیث کا سند اضعیف ہونا ہر جگہ اس کے متروک ہونے کی علامت نہیں بنتا، اور نہ عام طور پر اہل علم کا کسی زمانہ میں یہ مذہب رہا ہے کہ حدیث کے سند اضعف کو اس پر عمل نہ کرنے کا بہانہ بنالیا جائے، یہ گمراہی تو زمانہ حال کی ہے، جب سے، علم حدیث کو البانی جیسے لوگوں نے اپنی تحقیقات عالیہ سے نوازنا شروع کردیا ہے۔

(مثال نمبر ۷) آدمی پر حج کب واجب ہوگا؟ امام ترمذی نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ ایک شخص آنحضور ﷺ کے پاس آیا اور ان نے آپ سے پوچھا حج کب واجب ہوتا ہے، تو آپ ﷺ نے جواب دیا جب آدمی کے پاس زاد سفر اور سواری کا انتظام ہو تو حج واجب ہو جاتا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن یزید خوری ہے اور وہ متروک الحدیث ہے، ابو بکر بن منذر کا کلام مبارکپوری صاحب نے نقل کیا ہے کہ اس بارے میں ایک حدیث کی بھی سند صحیح نہیں ہے۔ (تحفہ ص ۹۷ ج ۲)، اس حدیث کے جتنے مستند شواہد ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے، غرض کہ یہ حدیث ضعیف اور اس کے سارے شواہد ضعیف مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں:

والعمل علیه عند اهل العلم ان الرجل اذا ملك زاداً وراحلة وجب علیه الحج. یعنی تمام اہل علم یعنی فقہاء و محدثین کا اسی حدیث پر عمل ہے، سب کا یہی مذہب ہے، کہ اگر آدمی زاد سفر اور سواری کا مالک ہے تو اس پر حج واجب ہے۔ بلکہ امام ترمذی تو اس حدیث کی سند میں جو ضعف ہے اس کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام ترمذی کے اس فیصلہ سے معلوم ہوا کہ حدیث سند اضعیف ہونے کے باوجود مضمون کے اعتبار سے صحیح اور حسن بھی ہوتی ہے، اور سند کا ضعف کوئی ایسا عفریت نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر

حدیث کا انکار ہی کر دیا جائے۔

شاید کوئی صاحب البانیوں میں سے یہ کہیں کہ امام ترمذی کو پتہ ہی نہ ہو کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، اس وجہ سے انھوں نے اس کو صحیح حسن کہہ دیا ہے، تو عرض یہ ہے کہ یہ غلط ہے، امام ترمذی کو خوب پتہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں جو ابراہیم بن یزید ہے وہ کون ہے اور یہ بھی پتہ ہے کہ اس پر کلام کیا گیا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ **ابراهيم بن يزيد هو الخوزى المكى وقد تكلم فيه بعض اهل العلم من قبل حفظه**، یعنی ابراہیم بن یزید وہ خوری مکی ہے۔ اور کچھ لوگوں نے اس پر اس کے حافظہ کی وجہ سے جرح بھی کی ہے۔

(مثال نمبر ۸) جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اس بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند بہت زیادہ قوی نہیں ہے، اس میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے جو منکر الحدیث تھا۔

مگر اس کے باوجود اس حدیث پر محدثین کی ایک جماعت کا عمل ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، مگر دوسرے قرائن بتلا رہے ہیں کہ اس حدیث کا مضمون ثابت ہے۔

پس معلوم ہوا کہ محض کسی حدیث کی سند ہی نہیں دیکھی جائے گی، بلکہ دوسرے قرائن سے بھی شہادت حاصل کی جائے گی۔ اگر یہ قرائن بتلا رہے ہیں کہ حدیث سنداً ضعیف ہونے کے باوجود اپنے مضمون کے اعتبار سے صحیح ہے تو اس کو رد نہیں کیا جائے گا، عام محدثین اور اصحاب حدیث اور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔

یہ تو اس زمانہ میں البانیوں کی بدعت ہے اور متعصب اور غالی غیر مقلدین کا عقیدہ و مسلک ہے کہ سند میں ضعف دیکھ کر حدیث کو مردود قرار دیتے ہیں۔

(مثال نمبر۹) حضرت غیلان بن سلمہ الثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، غیلان ثقفی کے ساتھ ان دس عورتوں نے بھی اسلام قبول کرلیا، غیلان ثقفی کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد آنحضور ﷺ نے ان سے کہا کہ ان دس عورتوں میں چار کو اپنے لئے پسند کرلو اس لئے کہ چار سے زیادہ شادی کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ یعنی یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے، لیکن اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ **والعمل علی حدیث غیلان بن سلمة عند اصحابنا منهم الشافعي واحمد واسحق** (تحفہ ص ۱۹۰ ج ۲) یعنی ہم اہلحدیث حضرات کے یہاں جن میں امام شافعی، امام احمد، اور اسحق بھی ہیں۔ غیلان بن سلمہ ہی حدیث پر عمل ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ امام ترمذی خود امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے یعنی ضعیف ہے، اور خود ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث اور محدثین کا اسی پر عمل بھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سند کے ضعف کو محدثین کے یہاں بہت زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی کہ اس کی بنیاد پر حدیث کو رد کردیا جائے۔

(مثال نمبر ۱۰) آنحضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسئلہ پیش آیا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے۔ صحابۂ کرام اس بارے میں مختلف تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں آپ ﷺ سے ایک بات سنی۔ جس کو میں بھولا نہیں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی روح وہیں قبض فرماتا ہے، جہاں ان کے دفن ہونے کی خواہش ہوتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر آنحضور ﷺ کی تدفین وہیں ہوئی جہاں پر آپ

ﷺ کی وفات ہوئی تھی، اور وہ جگہ حجرۂ عائشہ تھا۔

آنحضور ﷺ کے دفن کا واقعہ تاریخ کی کتابوں میں ہے اور اس کی شہرت تواتر کی حد تک ہے، اور اس میں ذرہ برابر بھی کسی کو شک نہیں کہ آپ کی تدفین حجرۂ عائشہ میں ہوئی، واقعہ کی صورتحال تو یہ ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی متکلم فیہ اور ضعیف ہے، سنئے! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث کے بارے میں امام ترمذی کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں: **ھذا حدیث غریب و عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی یضعف عن قبل حفظه** ، یعنی یہ حدیث غریب ہے، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے حافظہ کی وجہ سے اس کی تضعیف کی جاتی ہے، اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپورتی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ضعف عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہے۔

(تحفہ ص۱۳۹ ج۲)

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں جو مضمون ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل درست ہے، تمام صحابۂ کرام نے حضرت ابو بکر کے اس فرمان پر آمنا صدقنا کہا اور آنحضور ﷺ کے دفن کے بارے میں صحابۂ کرام کے مابین جو اختلاف تھا وہ ختم ہوگیا۔ امت کا ہر فرد جانتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی تدفین کی جگہ وہی ہے جہاں آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا لیکن محدثین نے جب حضرت ابو بکر کی اس حدیث کو روایت کیا تو ان کی اصطلاح میں (جو حدیث بالکل صحیح تھی) وہ ضعیف قرار پائی۔

سبحان اللہ ما اعظم شانہٗ

مذکورہ بالا بیان کردہ حقائق اور مثالوں سے یہ جان لینا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ کسی حدیث کا محض ضعیف ہونا اس کے متروک ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا، نہ محدثین کا کسی زمانہ میں دستور رہا ہے کہ جو حدیث فنی و اصطلاحی اعتبار سے ضعیف

قرار پاتی ہو اس پر ان کا عمل نہ رہا ہو، یہی وجہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں صرف محدثین کے صحیح وضعیف ہونے کا حدیث پر حکم لگانے کو نگاہ میں نہیں رکھا جائے گا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ زمانہ خیر القرون اور اسلاف میں ان حدیثوں پر عمل ہوا ہے یا نہیں، اگر کوئی حدیث عام طور پر اسلاف میں معمول بہ رہی ہے تو محدثین اس کو اپنی اصطلاح کے اعتبار سے خواہ ضعیف قرار دیں، حقیقت کے اعتبار سے وہ حدیث ضعیف نہیں ہے، بلکہ صحیح ہے، اور اگر کسی حدیث پر زمانہ خیر القرون میں عمل نہیں رہا ہے، یا اسلاف نے عموماً اس کو قبول نہیں کیا ہے تو وہ حدیث معمول بہ قرار نہیں پائے گی، خواہ محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے وہ صحت کے اعلیٰ درجہ ہی پر کیوں نہ ہو۔

جو لوگ اس حقیقت سے واقف ہوں گے وہ غیر مقلدین البانیوں کی اس چیخ وپکار پر قطعاً دھیان نہیں دیں گے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اس لئے اس پر عمل جائز نہیں، یہ البانیوں کا دھوکہ ہے، فریب ہے، اور امت کو سنت سے برگشتہ کرنے کا نہایت مکروہ طریقہ ہے، اور یہ فی الاصل انکار حدیث کا چور دروازہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا کرے، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری یہ چند سطریں قارئین کیلئے باعث تسلی وتشفی ہوں۔

☆☆☆☆☆

احادیث کے رد و قبول کے بارے میں غیرمقلدین اپنے مخصوص نظریہ کے پابند ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک تقلید اگر للہیت واخلاص کے ساتھ اختیار کی جائے اور مقصد اس کا محض یہ ہو کہ آدمی صرف وہی بات لینا چاہتا ہے جس کا ثبوت براہ راست کتاب وسنت سے ہے، تو اس کا انکار ہم نہیں کرتے، مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ آدمی ان تمام باتوں کو قبول کرے جس کا ثبوت کتاب وسنت سے ہو، یہ نہ ہو کہ ایک خاص فکر ذہن میں پہلے سے موجود ہو اور جو احادیث اور قرآن کی جو آیات اس فکر سے مطابق نظر آئے تو اس کو قبول کرلیا جائے، اور ان تمام احادیث و آیات کا انکار کیا جائے یا اس کی بے معنی تاویل کی جائے جو اس خاص فکر اور نقطۂ نظر کے خلاف ہو، ایسا کرنا ہمارے نزدیک کتاب وسنت پر عمل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ کتاب وسنت کو اپنے اس خاص فکر کا پابند بنانا ہے، اور اس کا نام ہمارے نزدیک اتباع نفس اور خواہشات نفسانی کی پیروی ہے جو سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔

آج ترک تقلید کا نعرہ بلند کرنے والے اور اس کی دعوت دینے والے اسی اتباع نفس کے مریض ہیں، ان کا کتاب وسنت پر عمل کرنے کا دعویٰ کھوکھلا ہے، اس کو ہم نے بار بار اور دلائل کی روشنی میں اپنی کتابوں اور مضامین میں واضح کیا ہے۔

دور حاضر کے غیر مقلدین نے ترک تقلید اگر اخلاص کیساتھ اختیار کیا ہوتا تو ہمارا ان سے کوئی نزاع نہیں تھا۔ اور اگر ہم یہ دیکھتے کہ وہ ہر صحیح حدیث پر اپنا نقد دل نچھاور کرتے ہیں تو ہم ان کی ستائش کرتے، مگر صورتحال اس کے بالکل

پابند بنانا چاہتا ہے، یہ راہ ہدایت کی نہیں ضلالت کی راہ ہے، جس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنا چاہئے۔

اس مضمون کے ساتھ ہم نے اپنا ایک دوسرا مضمون بھی شامل کر دیا ہے جس کا عنوان ہے "ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کرنا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے"

اس مضمون سے معلوم ہوگا کہ محض سند کو دیکھ کر کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگانا اور اس کو ناقابل عمل قرار دینا یہ محدثین کا نظریہ نہیں تھا، سنداً ایک حدیث ضعیف ہوتی ہے مگر وہ لائق اتباع اور محدثین کے نزدیک قابل عمل سمجھی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ وہ دور اول کے لوگوں میں معمول بہ رہی ہے، اسی طرح اگر کوئی حدیث سنداً صحیح ہو مگر دور اول میں اس پر عمل نہیں رہا تو محدثین کے یہاں اس کا عمل کیلئے اعتبار نہیں کیا جاتا۔

غرض جو احادیث صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور میں معمول بہا رہی ہیں خواہ وہ محدثین کی اصطلاح میں کسی وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہوں ان احادیث کا رد کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

میرا یہ مضمون زمزم میں شائع ہو چکا ہے، اب اس کو کتابچہ میں کتابچہ والے مضمون کی مناسبت اور اس سے رشتہ و تعلق کی بنیاد پر شامل کر دیا گیا ہے۔

ناظرین اس کا خیال رکھیں کہ کتابچہ والا مضمون صرف ایک شب و روز کے مختلف اوقات میں تحریر کیا گیا ہے، اس طرح کی ہنگامی اور عجلت والی تحریر میں نقص اور خطا کا رہ جانا عین ممکن ہے، اس لئے اگر کسی صاحب کو اس کتابچہ کی کسی غلطی کا احساس ہو تو وہ مطلع فرمائیں، کرم ہوگا۔ اور اگر کسی صاحب کو کتابچہ کے مضمون پر کوئی اشکال ہو تو براہ راست وہ مجھ سے اس بارے میں خط و کتابت کر کے اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔

محمد ابوبکر

۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول

مؤلف: مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

مطبع: عکاظ پرنٹرز لاہور 042-7574180

ٹائٹل: محمد نثار انجم

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

(۲) مکتبہ امدادیہ ملتان

(۳) مکتبہ حقانیہ ملتان

(۴) مکتبہ مجیدیہ ملتان

(۵) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

(۶) قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

(۷) مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ کراچی

(۸) اظہر اسلامک گوشہ سنٹر رحیم یار خان

(۹) مکتبہ فاروقیہ محلہ جنگی پشاور

(۱۰) دارالکتب صدر پلازہ محلہ جنگی پشاور

FREEDOM FOR GAZA

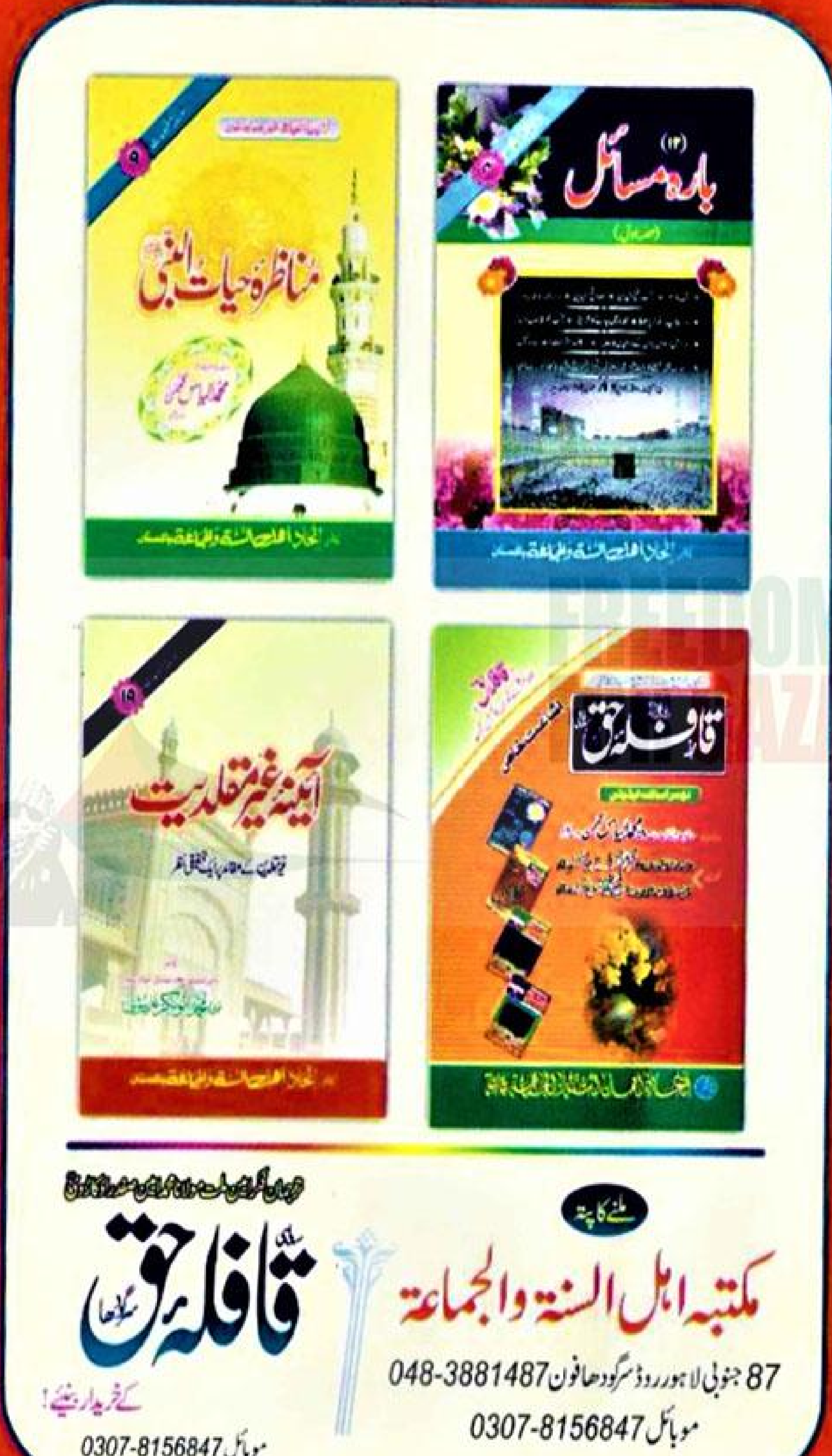
بارہ مسائل (۱۲)
مناظرہ حیات النبی ﷺ
قافلہ حق
آئینہ غیر مقلدیت
ملنے کا پتہ
مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا فون 048-3881487
موبائل 0307-8156847
قافلہ حق سرگودھا
کے خریدار بنیے!
موبائل 0307-8156847